ڈاکٹر انور محمود

کافکا کی کہانی ''بالکونی پر'' - ایک تجزیہ

کافکا کی کہانی "Auf der Galerie" (بالکونی پر) ایک نہایت ہی مختصر کہانی ہے جو صرف دو پیروں پر مشتمل ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ اپنے اندر اسرار و رموز کے خزانے چھپائے ہوئے ہے اور ایک ایسی گتھی ہے جسے سلجھانا نہایت ہی دشوار کام ہے۔ یہ کہانی کافکا کی جرمن زبان کے استعمال پر مکمل مہارت، نثر میں اس کے کمالِ فن اور اس کی باریک بین نگاہوں سے زندگی کے مشاہدات کو فن کے سانچے میں ڈھالنے کی زندہ مثال ہے۔

پیشتر اس کے ہم اس کہانی کو زیرِ بحث لائیں ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

'' جب کوئی لاغر، ٹی بی کی مریضہ گھڑ سوار فنکارہ سرکس میں ایک جھولتے ہوئے گھوڑے پر سوار لہراتی ہوئی، پیار کرتی ہوئی، کمر کو بل دیتی ہوئی انتھک تماشائیوں کے سامنے ایک چابک لہراتے ہوئے بے رحم رِنگ ماسٹر کے اشارے پر کئی مہینوں تک بغیر کسی وقفے کے دائروں میں گھمائی جائے اور جب یہ کھیل غیر مختتم سازوں اور پنکھوں کے شور کے درمیان لاانتہا مبہم مستقبل میں دم توڑتے اور پھر نئے سرے سے شروع ہوتے ہوئے تحسین آمیز تالیوں کے شور میں جو کسی بھاپ سے چلنے والے ہتھوڑوں سے کم نہ ہو جاری و ساری رہے تب شاید ایک بالکنی میں بیٹھا نوجوان تماشائی لمبی سیڑھیوں کی تمام سطحوں کو تیزی سے عبور کرتا ہوا نیچے اتر کر سرکس کے پنڈال میں آئے گا اور ماحول سے مطابقت پیدا کرتی ہوئی سازوں کی دھنوں کے درمیان پکارے گا ''رک جاؤ''۔

لیکن چوں کہ ایسا نہیں ہے ایک خوبصورت سرخ و سفید لڑکی

پردوں کے پیچھے سے جنہیں وردیوں میں ملبوس فخر مند ملازم کھولتے ہیں
نمودار ہوتی ہے۔ سرکس کا ڈائرکٹر بڑے وفا شعارانہ انداز میں اس کی توجہ
کا متلاشی ہے اور جانوروں کے سے انداز میں اس کی اور سانس لیتا ہے
اور پھر نہایت ہی محتاط انداز میں اسے اٹھا کر چتکبرے گھوڑے پر بٹھانے
میں اس کی مدد کرتا ہے جیسے کہ وہ اس کی ہر چیز سے پیاری پوتی ہو جو کسی
خطرناک سفر پر روانہ ہونے والی ہو اور وہ روانگی کے لئے چابک کا اشارہ
دینے کا فیصلہ نہ کرسک رہا ہو۔ بالآخر وہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے
ایک زناٹے کے ساتھ یہ کام کر گزرتا ہے۔ منہ کھولے وہ گھوڑے کے
ساتھ ساتھ دوڑتا جاتا ہے؛ گھڑ سوار کی چھلانگوں کا اپنی تیز نگاہوں سے
پیچھا کرتا ہے جس کے فن کی مہارت اس کے لئے ناقابلِ یقین ہے؛
انگریزی الفاظ میں اس کو تنبیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ رنگ پکڑے
سائیسوں کی غصے میں سرزنش کرتا ہے اور نہایت محتاط رہنے کی تلقین کرتا
ہے؛ بڑی جمپ سے پہلے ہاتھ اٹھا کر سازندوں کو خاموش ہونے کی التجا
کرتا ہے؛ بالآخر لڑکی کو کانپتے ہوئے گھوڑے سے اتارتا ہے اس کے
دونوں رخساروں پر پیار کرتا ہے اور تماشائیوں کا پر جوش خراجِ تحسین بھی
اس کو ناکافی محسوس ہوتا ہے جبکہ وہ لڑکی خود اس کا سہارا لئے اپنے پاؤں
کی انگلیوں کے سروں پر کھڑی، گرد کے غبار میں گھری، اپنے بازو
پھیلائے سر کو پیچھے کی طرف جھٹکتے ہوئے اپنی خوش قسمتی میں پوری سرکس کو
شریک کرنا چاہتی ہے۔ چوں کہ یہ ایسا ہے بالکنی والا تماشائی اپنا چہرہ
جنگلے پر رکھتا ہے اور اختتامی مارچ کے دوران جیسے وہ کسی گہرے خواب میں
ڈوبا ہوا ہو ۔رو دیتا ہے، اس کا ادراک کئے بغیر۔"

کافکا نے یہ کہانی غالباً ۱۹۱۷ میں تحریر کی اور یہ پہلی بار ۱۹۱۹ میں کہانیوں کے

مجموعے "Ein Landarzt" میں شائع ہوئی[1]۔ خیال کیا جاتا ہے کہ کافکا نے یہ کہانی رابرٹ والزر (Robert Walser) کی کہانی "Lustspielabend" سے متاثر ہو کر لکھی جس میں ایک تماشائی سرکس کی بالکنی سے سٹیج پر وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کر کے انہیں بیان کرتا ہے۔کافکا بھی اپنی اس کہانی میں پہلے سرکس کے سٹیج پر کمالات دکھانے والی ایک گھڑ سوار عورت اور اس کے فن کی تصویر کشی کرتا ہے اور اس کے بعد سرکس کی بالکنی میں بیٹھ کر اس تماشے کو دیکھنے والے شخص کے ردِ عمل کو بیان کرتا ہے۔لیکن یہ تصویر کشی اور تماشائی کا ردِ عمل ہر دو پیراگرافوں میں مختلف زاویوں سے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا پیرا ایک ایسے جملے پر مشتمل ہے جو ''جب'' سے شروع ہوتا ہے اور سرکس میں ہونے والے کھیل کی ایک فرضی تصویر پیش کرتا ہے۔اس میں گھڑ سوار عورت ایک بیمار اور مجبور عورت کے طور پر سامنے لائی جاتی ہے جو ایک ظالم رنگ ماسٹر کے رحم وکرم پر ہے اور اس کے اشاروں پر ایک مشین کی طرح کئی کئی مہینوں تک بغیر کسی وقفے کے اس کھیل میں حصہ لینے پر مجبور ہے۔اس کی بیزاری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تماشائیوں کی تالیاں بھی اس کے لئے ہتھوڑوں سے کم نہیں۔اس صورتحال کو جانچتے ہوئے شاید کوئی بالکنی میں بیٹھا تماشائی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور تیزی سے سرکس کے اکھاڑے میں آ کر کھیل کو روکنے کے لئے کہے۔

دوسرے پیرے میں اس فرضی خیال کی نفی کی گئی ہے اور گھڑ سوار عورت کو ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کے آگے نہایت مہربان اور باادب سرکس کا ڈائریکٹر بچھا جا رہا ہے اور اس کا اس طرح خیال رکھتا ہے جیسے وہ ایک نہایت نازک شے ہو اور ذرا سی بد احتیاطی سے اس کے ٹوٹنے کا احتمال ہو۔ یہ گھڑ سوار عورت اپنے فن پر نازاں ہے اور تماشائیوں کے خراجِ تحسین کو خوش دلی سے قبول کرتی ہے۔لیکن اس صورتِ حال میں سرکس کی بالکنی پر بیٹھا تماشائی بجائے خوش ہونے کے کسی گہرے خواب میں ڈوبا رو دیتا ہے اور بظاہر اس کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔

اس طرح یہ کہانی دو متضاد پیروں پر مشتمل ہے جو ایک ہی مواد کو دو مختلف زاویوں سے

پیش کر رہے ہیں۔ بظاہر پہلے پیرے میں صورتحال کو گھڑ سوار عورت کے زاویے سے پیش کیا گیا ہے جس میں اس کے اندرونی کرب کی عکاسی کی گئی ہے اور ظاہری شان وشوکت اور تماشائیوں کی واہ واہ محض ایک دھوکا نظر آتا ہے اور اس کی انتہا مبہم مستقبل میں حدِ نظر تک معدوم دکھائی دیتی ہے بالکل اس طرح جیسے اس پیرے میں جملہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا اور پورے پیرے پر محیط ہے۔ اس کے برعکس دوسرے پیرے میں زاویہ نگاہ تبدیل ہو جاتا ہے اور سرکس کے کھیل کی ظاہری شان وشوکت کی تصویر کشی کی جاتی ہے جیسے کہ یہ سب کچھ تماشائیوں کو نظر آ رہا ہوتا ہے۔ ان دو متضاد زاویوں کی عکاسی دونوں پیروں میں استعمال کئے گئے متضاد الفاظ اور جملوں میں بھی ہوتی ہے۔ مثلاً

پہلا پیرا	دوسرا پیرا
لاغر، ٹی بی کی مریضہ	خوبصورت سرخ وسفید لڑکی
چابک لہراتا ہوا بے رحم رنگ ماسٹر	سرکس کا ڈائریکٹر وفاشعارانہ انداز میں اس کی توجہ کا متلاشی
کئی مہینوں تک بغیر کسی وقفے کے دائروں میں گھمائی جائے۔	جیسے کہ وہ اس کی ہر چیز سے پیاری پوتی ہو جو کسی خطرناک سفر پر روانہ ہونے والی ہو
تحسین آمیز تالیوں کا شور جو کسی بھاپ سے چلنے والے ہتھوڑوں سے کم نہیں	تماشائیوں کا پرجوش خراجِ تحسین بھی اس کو ناکافی محسوس ہوتا ہے
وغیرہ وغیرہ	وغیرہ وغیرہ

کہانی کا عنوان اس بات کا متقاضی ہے کہ سرکس کی بالکنی کے تماشائی کی نگاہ اور اس کے ردِعمل سے سرکس کے کھیل کو پرکھا جائے لیکن اس تماشائی کا دونوں پیروں میں متضاد ردِعمل قارئین کے لئے ایک معمے سے کم نہیں۔ پہلے پیرے میں وہ اس کھیل کو ظالمانہ سمجھتے ہوئے باقی تماشائیوں سے الگ تھلگ عملی قدم اٹھاتا ہے جبکہ دوسرے پیرے میں سرکس کی شان وشوکت کے

باوجود وہ باقی تماشائیوں کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کرنے کے بجائے آخر میں رو دیتا ہے اور قاری یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ بالکنی کا تماشائی روتا کیوں ہے۔ Scholz کے مطابق تماشائیوں کو جو کہ عام لوگ ہیں جو کچھ بظاہر نظر آتا ہے وہ اسی کو حقیقت سمجھتے ہیں۔ جبکہ بالکنی والا تماشائی ان عام لوگوں سے مختلف ہے اور اس میں وہ کچھ دیکھنے کی صلاحیت ہے جو ایک عام آدمی نہیں دیکھ سکتا یہی وجہ ہے کہ اس ظاہری شان و شوکت کے پیچھے چھپا حقیقی کرب اور ظاہر کی اصلیت اس پر آشکار ہو چکی ہے جس نے اس کو رونے پر مجبور کر دیا 2۔ اگر اس استدلال کو تسلیم کر لیا جائے تو دوسری کہانی میں پیش کیا گیا زاویہ نگاہ حقیقی پس منظر کو واگزار نہیں کر رہا بلکہ ایک فریب نظر کی عکاسی کرتا ہے۔ متعدد نقاد اس نقطہ نظر کو تسلیم کرتے ہوئے پہلے پیرے میں بیان کی گئی فرضی کہانی کو اصل میں حقیقت کا عکس قرار دیتے ہیں 3 ۔اس سلسلے میں کافکا کی Janouch کے ساتھ گفتگو کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے جس میں اس نے کہا تھا کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے 4 اور یہ کہ اصل حقیقت ہمیشہ غیر حقیقی ہوتی ہے اور ایک illusion ہے 5 اس لئے جو چیز ایک فرضی کہانی کے طور subjunctive mode میں لکھی گئی ہے وہ اصل حقائق ہیں۔ نتیجتاً کہانی میں لکھے گئے الفاظ ''یہ ایسا ہے'' اور ''ایسا نہیں ہے'' اپنے اصل معانی کھو بیٹھتے ہیں یہ الفاظ قاری کو فریب دینے کے مترادف ہیں۔ اگر ہم دوسرے پیراگراف میں حقیقت کے روپ میں بیان کئے گئے واقعات کو ایک illusion کے طور پر تسلیم کر لیں تو بالکنی کے تماشائی کا رونا دراصل حقیقت اور فریب نظر کی کشمکش میں سچائی کو جان لینے کے باوجود کچھ نہ کر سکنے میں اس کی بے بسی کا اظہار ہے۔ 6

بعض نقاد اوپر بیان کئے گئے نقطہ نظر کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک دونوں مناظر میں سے کوئی بھی واضح طور پر illusionary یا واضح طور پر حقیقی نہیں ہے۔ اس صورتِ حال میں تماشائی کے رونے کی تشریح Boa ان الفاظ میں کرتی ہے :

" The man perhaps weeps because he recognises that he is not seeing through the surface to the underlying

truth, but is himself caught up in a fiction."[7]

لہٰذا دونوں تشریحات متنازع فیہ ہیں اور حقیقت اور illusion میں تفریق پر اتفاقِ رائے مفقود ہے۔ یہی چیز حقیقی دنیا پر بھی صادق آتی ہے۔ اگر ہم سرکس کو اس دنیا کے لئے ایک علامت کے طور پر سمجھیں تو یہ کافکا کے لئے ایک ایسی پہیلی ہے جو تضادات سے بھرپور ہے۔ Glaser کے مطابق اس دنیا میں ظاہر و باطن، چیزوں کی ظاہری ہیت اور ان کی اصلیت ناقابلِ جدا حد تک باہم آمیختہ ہیں کہ ان کے ابہامات اور اشتباہات کا ادراک کرنا نہایت ہی دشوار کام ہے۔[8]

کافکا کے ادب پاروں میں قنوطیت پسندی کا پہلو جا بجا نظر آتا ہے جس کا اظہار وہ دنیا کی حقیقتوں کو مسخ کر کے اور واقعات میں الجھاؤ پیدا کر کے کرتا ہے۔ نتیجتاً کافکا کی کہانیاں جو بظاہر نہایت مختصر اور آسان نظر آتی ہیں قارئین کے ذہنوں میں ایک الجھاؤ کی سی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں اور ان میں بے یار و مددگاری کا احساس جنم لیتا ہے۔ کافکا کے نزدیک انسان کا اس دنیا میں وجود ایک لمبی اور اندھیری سرنگ کی مانند ہے جس کا داخلی دروازہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے اور اس کا خارجی دروازہ ماورائے رسائی حد تک دور ہے جہاں سے آنے والی ایک ننھی سی جھلملاتی روشنی کی کرن اس کے وجود کا پتہ دیتی ہے[9]۔ یہی ننھی سی روشنی شاید اس کے لئے امید کی موہوم سی کرن ہے جو زیرِ بحث کہانی کے پہلے پیرے میں بالکنی کے تماشائی کے جرأت مندانہ اقدام کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ لیکن اس کی انسان سے ماورائے رسائی حد تک دوری اپنے اندر مایوسی کا پہلو پنہاں کئے ہوئے ہے جو کہانی کے دوسرے پیرے میں بالکنی کے تماشائی کے مایوس کن ردِ عمل میں جاگزیں ہے۔

•••O•O•••

حوالہ جات

1۔ Scholz1991 ص ۵۸

2۔ ایضاً ص ۶۱

3۔ دیکھئے Emrich 1965 ص ۳۶ اور Binder 1966 ص ۱۹۴

4۔ Scholz1991 ص ۶۱

5۔ Politzer 1975 ص ۲۰۸

6۔ Scholz 1991 ص ۶۲

7۔ Boa 1991 ص ۴۸۹

8۔ Glaser 1962 ص ۴۲، ۴۳

9۔ Floto 1979 ص ۷۷

کتابیات

Binder, Hartmut (1966): Motiv und Gestaltung bei Franz Kafka, Abhandlungen zur Kunst-, Musik- und Literaturwissenschaft, 37, H. Bouvier Verlag Bonn.

Boa, Elisabeth (1991): Kafka's "Auf der Galerie": a resistant reader. In: Deutsch Vierteljahrsschrift für Literaturwissenschaft und Geistesgeschichte (DVjs) 3 (1991), pp. 486 - 501.

Emrich, Walter (1965): Franz Kafka. Frankfurt am Main: Athenäum Verlag.

Floto, Christian(1979): Basisinterpretationen für den Literatur- und Deutschunterricht der Sekundarstufen Band I. Hollfeld: C. Bange Verlag.

Glaser, Hermann (1962): Franz Kafka. Auf der Galerie. In: Interpretationen moderner Prosa. Frankfurt am Main: Verlag Moritz Diesterweg, pp. 38 - 46 .

Politzer, Heinz (Hrsg.) (1975): Das Kafka-Buch. Eine innere Biographie in Selbstzeugnissen. Frankfurt am Main: Fischer Taschenbuch Verlag,

Scholz, Ingeborg (1991): Erläuterungen zu Franz Kafka: Erzählungen II. Hollfeld: C. Bange Verlag.

مجلہ	---------	دریافت
اشاعت	---------	سالانہ
شمارہ	---------	چار - ستمبر دو ہزار پانچ
سرورق	---------	عابد سیال
ناشر	---------	نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، H-9، اسلام آباد۔
پریس	---------	نمل پرنٹنگ پریس، اسلام آباد۔
قیمت	---------	تین سو روپے
ای میل شعبہ اردو	---------	numl_urdu@yahoo.com

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

دریافت

شمارہ - چار

(ISSN # 1814-2885)

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

numl_urdu@yahoo.com
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

دریافت
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد